بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

نذرِ اقبال

ہماری شاعر مزاج قوم نے اقبالؔ کو ایک شاعر کی حیثیت سے پہچانا، اس کی عظیم ترین تخلیق پاکستان کو شاعر کا کامیاب خواب سمجھا اور اس کے اسلامی ریاست کے نظریے کو ایک سیاسی نعرے سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اقبالؔ نے ہمیں پاکستان کی اسلامی ریاست کا محض تصور نہیں بخشا، بلکہ اس کی تشکیل و تعمیر و تکمیل کے لئے اس نے ایک واضح لائحہ عمل بھی متعین کر دیا تھا۔ اس کا ایک مجمل خاکہ بھی پیش کر دیا تھا۔

اسلامی ریاست کے قیام اور اس کے مسائل کے بارے میں اقبالؔ کے افکار و میلانات اس کی نثری تحریروں میں واضح طور پر موجود ہیں، جن کے چند اقتباسات ہم بہ تقریبِ یومِ اقبال قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى

مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ الہ آباد ۱۹۳۰ء کے خطبۂ صدارت میں پاکستان کے قیام کے فوائد بتاتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا کہ برصغیر میں ایک آزاد اسلامی ریاست کے قائم ہونے سے

"اسلام کو اس امر کا موقع ملے گا کہ وہ ان اثرات سے آزاد ہو کر، جو عربی شہنشاہیت

کی وجہ سے اب تک اس پر قائم ہیں، اس جمود کو توڑ ڈالے جو اس کی تہذیب
تمدن، شریعت اور تعلیم پر صدیوں سے طاری ہیں۔ اس سے نہ صرف ان کے
صحیح معانی کی تجدید ہو سکے گی۔ بلکہ وہ زمانۂ حال کی روح سے بھی قریب تر
ہو جائیں گے" (مضامین اقبال ص۱۲۱)

اس سے کوئی ڈیڑھ سال قبل، مدراس اور علی گڑھ میں "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" کے موضوع پر خطبات دیتے ہوئے انہوں نے مندرجہ بالا تصور کی بالتفصیل تشریح کی تھی۔ وہ کونسا جمود تھا جسے توڑنے کے لئے اقبال نے پاکستان کی اسلامی ریاست کا نظریہ پیش کیا تھا؟ اسلام کی تجدید اور اسلامی شریعت، تہذیب اور تعلیم کو زمانۂ حال کی روح سے قریب تر کرنا، جو اقبال کے نزدیک پاکستان کے قیام کا مقصدِ اوّلین تھا، کیا معنی رکھتے ہیں؟ ان سوالات کا جواب ہمیں ان خطبات میں ملتا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"خودی، جبر و قدر اور حیات بعد الموت" کے زیر عنوان خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ

"اب ہمارے سامنے کوئی راستہ ہے تو یہ کہ علم حاضر کے احترام اور قدر و منزلت کے ساتھ
(WITH ARESPECFUL BUT INDEPENDENT ATTITUDE)
ہم اپنی آزادیٔ رائے برقرار رکھتے ہوئے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ اسلامی تعلیمات کی تعبیر اب علم حاضر کے پیش نظر کس رنگ میں کرنی چاہیئے، خواہ ایسا کرنے میں ہمیں اپنے اسلاف سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو" (تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ص۱۴۶)

"الاجتہاد فی الاسلام" کے موضوع پر ان کا خطبہ تو سارا کا سارا جواب ہے مندرجہ بالا سوالات کا۔ اس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

"سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی قانون میں کیا فی الواقع مزید نشوونما اور ارتقا کی گنجائش ہے۔ لیکن اس سوال کے جواب میں ہمیں بڑی زبردست کاوش اور محنت سے کام لینا پڑیگا، گو ذاتی طور پر مجھے یقین ہے کہ اس کا جواب اثبات ہی میں دیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ ہم اس مسئلے میں وہی روح برقرار رکھیں جس کا اظہار کبھی حضرت عمرؓ کی ذات میں ہوا تھا، وہ امت کے اوّلین دل و دماغ ہیں جو ہر معاملے میں آزادیٔ رائے اور تنقید سے کام لیتے تھے اور جن کی اخلاقی جرأت

کا یہ عالم تھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت نزع میں یہاں تک کہہ دیا کہ حسبنا کتاب اللہ، ہمارے لئے اللہ کی کتاب ہی کافی ہے "

(ایضاً صہ ۲۵۱)

" ساری جامعیت اور ہمہ گیری کے باوجود ہمارے نظاماتِ فقہ بالآخر افراد ہی کی ذاتی تعبیرات کا نتیجہ ہیں اور اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان پر قانون کے نشو ونما کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے اسلام نے تو مذاہب فقہ کے بارے میں کچھ ایسی ہی رائے قائم کر رکھی ہے، مگر پھر اس کے باوجود انہوں نے اجتہاد کی ضرورت سے بھی اصولاً کبھی انکار نہیں کیا۔ سطور بالا میں ہم ان اسباب کی طرف اشارہ کر آئے ہیں، جو میرے نزدیک علمائے اسلام کی اس روش کے محرک ہوئے۔ لیکن اب کہ زمانہ بدل چکا ہے اور دنیائے اسلام ان نئی نئی قوتوں سے متاثر اور دوچار ہو رہی ہے جو فکر انسانی کے ہر سمت میں غیر معمولی نشو ونما کے باعث پھیل رہی ہیں، کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مذاہب فقہ کی خاتمیت پر برابر اصرار کرتے رہنا چاہئے۔ ائمہ مذاہب کا کیا یہی دعویٰ تھا کہ ان کے استدلال اور تعبیرات حرفِ آخر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اندریں صورت مسلمانوں کا آزاد خیال طبقہ اگر اس امر کا دعویدار ہے کہ اسے اپنے تجربات علیٰ ہذا زندگی کے بدلتے ہوئے احوال و ظروف کے پیش نظر فقہ و قانون کے بنیادی اصولوں کی ازسرِ نو تعبیر کا حق پہنچتا ہے تو میرے نزدیک اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو غلط ہو۔ قرآن پاک کا یہ ارشاد کہ زندگی ایک مسلسل تخلیقی عمل ہے بجائے خود اس امر کا متقضی ہے کہ مسلمانوں کی ہر نسل اسلاف کی رہنمائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مسائل آپ حل کرے، یہ نہیں کہ اسے اپنے لئے ایک روک تصور کرے " (ایضاً صہ ۲۵۹-۲۶۰)

" اسلام کے اس بنیادی تصور کے پیش نظر کہ وحی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے، لہٰذا اب کوئی ایسی وحی نہیں کہ ہم اس کے مکلف ٹھہریں۔ ہماری جگہ دنیا کی ان قوموں میں ہونی چاہئے جو روحانی اعتبار سے سب سے زیادہ استخلاص

حاصل کر چکی ہے۔ (SPIRITUALLY ONE OF THE MOST
EMANICIPATED PEOPLES ON EARTH) شروع شروع
کے مسلمان تو جنہوں نے ایشیائے ماقبل اسلام کی روحانی غلامی سے نجات
حاصل کی تھی اسلام کے اس بنیادی تصور کی ٹھیک ٹھیک حقیقت سمجھنے
سے قاصر رہے۔ لیکن ہمیں چاہئے آج اپنے اس موقف کو سمجھیں اور اپنی
حیات اجتماعیہ کی از سر نو تشکیل اسلام کے بنیادی اصولوں کی رہنمائی میں
کریں، تاآنکہ اس کی وہ غرض و غایت جو ابھی تک صرف جزواً ہمارے سامنے
آئی ہے، یعنی اس روحانی جمہوریت کا نشوونما جو اس کا مقصود و منتہا ہے
تکمیل کو پہنچ سکے۔" (ایضاً، صـ ۲۷۶-۲۷۷)

اسلام میں اجتہاد کا موضوع بہت اہم بلکہ ملت اسلامیہ کے لئے موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ مگر اس قدر وسیع ہے کہ حضرت علامہ کی بے مثال ایجاز بیانی بھی اسے ایک یا چند خطبات کے دامن میں نہیں سمیٹ سکتی تھی۔ وہ اس موضوع پر برسوں کام کرتے رہے۔ ان کی ان مساعی کا اندازہ مندرجہ ذیل مکتوبات سے لگایا جا سکتا ہے۔

صوفی تبسم صاحب کو لکھتے ہیں:-

"کچھ مدت ہوئی میں نے اجتہاد پر ایک مضمون لکھا تھا۔ مگر دوران تحریر میں اس کا احساس ہوا کہ یہ مضمون اس قدر آسان نہیں جیسے میں نے اسے ابتدا میں تصور کیا تھا اس پر تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ اب میں انشاء اللہ اسے ایک کتاب کی صورت میں منتقل کرنے کی کوشش کروں گا۔ جس کا عنوان یہ ہوگا - ISLAM AS I UNDERSTAND IT مقصود یہ ہے کہ کتاب کا مضمون میری ذاتی رائے تصور کیا جائے، جو ممکن ہے غلط ہو۔" (اقبال نامہ حصہ اول صـ ۴۷)

اپنی اسی تحریر کے بارے میں وہ مولانا سید سلیمان ندوی رح کو لکھتے ہیں:-

عبادات کے متعلق کوئی ترمیم و تنسیخ میرے پیش نظر نہیں ہے۔ بلکہ میں نے اپنے مضمون اجتہاد میں ان کی ازلیت و ابدیت پر دلائل قائم کرنے کی کوشش کی ہے ہاں معاملات کے متعلق بعض سوالات دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں چونکہ

شرعیّت احادیث (یعنی وہ احادیث جن کا تعلق معاملات سے ہے) کا مشکل سوال
پیدا ہو جاتا ہے۔ ابھی تک میرا دل اپنی تحقیقات سے مطمئن نہیں ہوا۔ اس واسطے
وہ مضمون شائع نہیں کیا گیا۔" (ایضاً صـ۱۴۴)

حضرت مولانا مرحوم کے نام ایک اور خط میں اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:۔

"میرا مقصود یہ ہے کہ زمانۂ حال کے JURISPRUDENCE کی روشنی میں
اسلامی معاملات کا مطالعہ کیا جائے۔ مگر غلامانہ انداز میں نہیں بلکہ ناقدانہ انداز میں"۔
(ایضاً صـ۱۴۸)

اقبال کو آخر دم تک اس کتاب کی تصنیف کا خیال تھا۔ چنانچہ خواجہ غلام السیدین کے نام خط مورخہ
۱۱ر ستمبر ۱۹۳۷ء میں ضعف بصارت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اسلامی اصول فقہ کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا ارادہ تھا۔ لیکن اب یہ اُمید
موہوم معلوم ہوتی ہے۔" (ایضاً صـ۳۲۰)

اقبال کو احساس تھا کہ اسلامی قانون کی تشکیلِ نو کا کام انفرادی کوششوں سے سر انجام نہیں پا سکتا
چنانچہ وہ اس مقصد کے لئے ایک اسلامی ادارے کے قیام کے لئے کوشاں تھے۔ اور اس کے لئے انہوں نے
ریاست بھاولپور کے امیر کی سرپرستی حاصل کرنے کی سعی کی تھی۔ ان کے ایک دیرینہ رفیق مرزا جلال الدین
بیرسٹرایٹ لاء نے اس سلسلے میں تگ و دو کر کے بھاول نگر کے گرد و نواح کو اس کام کے لئے اپنے
ذہن میں منتخب بھی کر لیا تھا۔ اور ان کی یہ کوششیں کامیابی سے ہمکنار ہوا چاہتی تھیں کہ خود اقبال
رحمتِ ایزدی کی آغوش میں چلے گئے۔ (ملفوظات اقبال - طبع دوم صـ۱۱۷ - ۱۱۸)

مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کے مقاصد کے پیشِ نظر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس کا قیام اقبال کے اس ادھورے کام
کی تکمیل کے لئے عمل میں آیا ہے۔ ہمیں اس بارے میں اپنی بے بضاعتی کا شدید احساس ہے۔ ہم میں نہ اقبال کی سی بصیرت ہے،
نہ علم۔ لیکن ہمیں اسی اقبال کا فلسفۂ خودی یاد ہے۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مالا یدرک کلہ
لا یترک کلہ (جس کا کلی ادراک نہیں ہو سکتا اسے کلی طور پر ترک بھی نہیں کر دیا جاتا) ہم اپنے عزم اور توفیق الٰہی
پر بھروسہ کرتے ہوئے کوشاں ہیں کہ شاید ہمارے ہاتھوں اس مقصد کے حصول میں مدد ملے جس کی تکمیل

کے لئے اقبال نے پاکستان کی اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا تھا۔

اس سلسلے میں اپنی مساعی میں ملت کو شریک کرنے کے لئے ادارہ نے موقتی اشاعت کے کام پر سب سے زیادہ زور دینے کی کوشش کی ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی آپ کا یہ ماہنامہ "فکر و نظر" ہے۔ اس کے علاوہ ادارہ ایک موقر سہ ماہی مجلہ انگریزی زبان میں "ISLAMIC STUDIES" کے نام سے شائع کر رہا ہے۔ اب اس "ماہِ اقبال" میں ادارہ نے دو اور ماہنامے جاری کئے ہیں:- انگریزی ماہنامہ "UMMAH" اور بنگلہ ماہنامہ "سندھان" (تحقیق)۔

ہمیں یقین ہے کہ جس فراخ دلی سے ملت نے "اسلامک اسٹڈیز" اور "فکر و نظر" کا خیر مقدم کیا ہے، اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر "امّۃ" اور "سندھان" کی بھی پذیرائی ہوگی۔

واللہ المستعان وبیدہ التوفیق۔ اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضیٰ۔